83

اعتصام بحبل اللہ

اتحاد کیلئے خوف بھی ہونا چاہیئے

(فرمودہ ۱۲؍ مئی ۱۹۲۰ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ اور آیت شریفہ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (السجدۃ : ۱۷) کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

اس کے بعد میں اس مضمون کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اور وہ مضمون اتحاد و اتفاق ہے۔ مَیں نے پچھلے جمعہ بیان کیا تھا کہ اتحاد کے قیام کے لیے (یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مَیں جب بھی اتحاد و اتفاق کے لفظ بولوں۔ اس سے مراد ہی اعتصام بحبل اللہ ہے، لیکن چونکہ اس مطلب کے لیے ہماری زبان میں اتفاق و اتحاد کے لفظ مستعمل ہیں۔ اس لیے وہی بولے جائیں گے) سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ اختلاف کا دُنیا میں رہنا ضروری ہے۔ جب تک یہ نہ تسلیم کیا جائے اتفاق واتحاد قائم نہیں ہوسکتا۔ سب سے بڑی روک اتحاد و اتفاق کے پیدا ہونے میں یہ ہے کہ لوگ اختلاف کا وجود مٹانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اتفاق و اتحاد کو مٹانا چاہتے ہیں پس پہلا گُر جو اتفاق و اتحاد کے قیام کے لیے قرآنِ کریم تعلیم کرتا ہے۔ یہ ہے کہ تسلیم کرلیا جائے کہ اختلاف دُنیا سے مِٹ نہیں سکتا۔ بلکہ اس کا وجود ضروری ہے۔ اگر لوگ اس کو تسلیم کرلیں۔ تو نوّے فیصدی اختلاف کی باتیں مِٹ سکتی ہیں۔

اس کے بعد مَیں ایک اور عظیم الشان گُر بیان کرتا ہوں۔ جسکے نہ سمجھنے کی وجہ سے بھی اختلاف پڑتا ہے اور وہ خوف کا مٹ جانا ہے جس طرح اختلاف کے مٹنے اور مٹانے سے اختلاف ہوتا ہے۔ اسی طرح خوف کے مٹنے سے بھی اختلاف ہوتا ہے۔ جب بھی اور جن لوگوں نے خوف کو مٹا دیا۔ اسی وقت انہی میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ دُنیا جن قوانین کے ماتحت چل رہی ہے۔ وہ بتلاتے ہیں کہ دُنیا سے جب بھی خوف مفقود ہوگا۔ اتحاد و اتفاق بھی مفقود ہو جائے گا۔ جب تک خوف ہے۔ اتفاق ہے جہاں خوف نہیں

وہاں اتحاد نہیں۔ پس اتفاق کے لیے خوف ضروری ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا اس میں فرمایا کہ مومن کون ہے اور اس کی علامت کیا ہے۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ ان کے پہلو بستروں سے اٹھے پڑتے ہیں۔ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں۔ خوف وطمع دونوں باتیں چلتی ہیں تو ایک شخص مومن ہوتا ہے۔ ایک کو مٹا دو تو مومن نہیں، لیکن جب یہ دونوں باتیں جمع ہوں۔ تب انسان مومن ہوتا ہے۔ اور مومن کے معنے ہوتے ہیں۔ امن دینے والا۔ مومن دُنیا کو امن دیتا ہے۔ اور خود سچی بات مان کر امن میں آتا ہے۔ اور پھر دوسروں کو امن پہنچاتا ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے لیے خوف ضروری ہے اور اتفاق بغیر ایمان کے پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایک شخص امن میں نہیں ہوتا۔ جب تک اس کو خوف بھی نہ ہو۔ جب یہ دونوں چیزیں جمع ہوتی ہیں۔ امن والا ہوتا ہے۔

اب مَیں اس کی تشریح کرتا ہوں۔ یاد رکھو کہ دُنیا میں اتفاق قائم رکھنے والی چیز یہ ہے کہ سامنے خطرناک دشمن ہو۔ آپس میں خواہ کتنی ہی دشمنی اور لڑائی ہو۔ لیکن جونہی کہ مشترکہ دشمن سامنے آجائے۔ تو لوگ اپنے عناد کو بھول کر متفق ہو جاتے ہیں۔ غور کرو۔ ہندو مسلمانوں میں کتنی لڑائی تھی، لیکن ہمارے ملک کے لوگوں کو یہ خیال ہو گیا کہ انگریز ہمارے دونوں کے خیر خواہ نہیں۔ یا یہ کہ انگریز ہمارے ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور ہمارے ملک کا مال لیے جا رہے ہیں۔ اس خیال کی بنا پر دونوں قومیں جو مدتوں سے ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھے ہوتے تھیں۔ ایک ہو گئیں۔ انھوں نے اپنی دشمنیوں کو چھوڑ دیا اور وہ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آیا کرتے تھے اب ہر طرف سے آواز آنے لگ گئی کہ ہندو مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس اتفاق کی کیا وجہ ہے یہی کہ ان کو ایک خوف پیدا ہوا۔ اور وہ خوف انکے اتفاق کا (خواہ وہ کیسا ہی ہو) موجب ہو گیا۔ اسی طرح مثلاً دو شخص جنگل میں ہوں۔ اور ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہوں، لیکن اس حال میں کہ دونوں لڑ رہے ہوں اگر شیر آجائے۔ تو دونوں اپنی دشمنی کو چھوڑ کو شیر کے مقابلہ کے لیے یا اپنی حفاظت کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ تو خوف وخطر ہی امن پیدا کر دیتا ہے جب خوف آتا ہے۔ تو لوگ اپنی لڑائیاں بھول جاتے ہیں اور امن قائم ہو جاتا ہے۔

ہمارے مفتی (محمد صادق) صاحب ایک لطیفہ اپنے لیکچروں میں بیان کیا کرتے ہیں۔ جو عیسائیت کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ عیسائیت کی تعلیم تو ایسی ہے۔ جیسے لوگ سٹیشن پر ہوں اور گاڑی پر سوار ہونا ہو۔ ایسی حالت میں اگر کسی کے کچھ چوٹ آجائے۔ تو وہ اس کی پروا نہیں کرتا کیونکہ گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اسی لیے

عیسائیت کہتی ہے کہ ایک گال پر طمانچہ لگے۔ تو دوسری آگے کر دو جب لوگ ریل پر ہوں، اگر کسی کو چوٹ آتی ہے تو وہ غصّہ کی بجائے مُسکرا دیتا ہے مگر اسلام ایسی گھبراہٹ کا مذہب نہیں۔ بلکہ اسلام کی مثال تو ایسی ہی ہے کہ جب انسان اپنے منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور اگر وہاں کوئی شخص اس کو مارے تو اس کا بدلہ بھی لیتا ہے۔ اور اس وقت اس کی نظر اپنے حقوق پر بھی پڑتی ہے۔

پس تو خوف ایک ایسی چیز ہے کہ اتفاق کا باعث ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ جب تک خوف رہے گا مسلمانوں میں جنگ وجدال اسی وقت ہوئے جب ان سے خوف دُور ہو گیا جب انہوں نے نادانی سے سمجھ لیا کہ اب ہمارے لیے خوف نہیں۔ اسی وقت آپس کے جنگ وجدال نے ان کو تباہ کرنا شروع کر دیا اور غیروں نے ان کو پامال کر ڈالا۔ اور جن کو وہ اپنے نیچے دبائے ہوئے تھے۔ جب ان سے بے خوف ہوتے اسی وقت وہ مشک کی طرح نکل کر اُوپر آ گئے۔ اور یہ نیچے غوطے کھانے لگے۔

مسلمانوں نے خیال کیا کہ جب ہم نے ان کو فتح کر لیا ہے پھر ہمیں کیا خوف۔ انھوں نے قریباً تمام دُنیا کو فتح کر لیا تھا اور تمام دُنیا کو اپنے ماتحت خیال کرتے تھے۔ مگر جب انہوں نے خیال کیا کہ اب کیا خطرے کی بات ہے۔ اسی وقت ان کے لیے خطرات پیدا ہو گئے تھے۔

ممکن ہے کہ بعض کو خیال آئے کہ یہ بات لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ کے خلاف ہے مگر خوف کے مٹنے اور خوف کے نہ ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کسی کو خوف نہ ہونا اور چیز ہے اور اس کے لیے خوف کا مٹ جانا اور چیز ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کہا جائے کہ فلاں شخص بیمار نہیں۔ یہ ایک اور بات ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ بیمار ہو گا بھی نہیں تو یہ اور بات ہے۔ پس اسی طرح یہ کہنا کہ اس کو اس وقت خوف نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے اور یہ کہنا کہ اس کے لیے آئندہ بھی کوئی خوف نہیں۔ یہ بالکل اور بات ہے۔

پس مومن کبھی نڈر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اگر مَیں ذرا بھی غافل ہوا۔ تو میرے دشمن میری گھات میں ہیں جب اس کو خوف ہو گا۔ تو اتفاق اتحاد بھی قائم رہے گا۔ مومن خوف سے پاک ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ اس کو یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ اگر مَیں غافل ہوا۔ تو شیطان نے مجھ پر قبضہ کیا۔ مومن ایک لحاظ سے بے خوف ہے دوسرے لحاظ سے اس کو ہر وقت ڈر رہتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ پس جب لوگ خوف محسوس کرینگے۔ تو آپس میں متحد بھی رہیں گے۔ اگر خوف کو محسوس کریں تو پھر لڑائیاں بھی نہ رہیں۔

آج سے دس برس پہلے احمدیوں میں جو اتفاق و اتحاد تھا۔ اس میں آج کمی ہے انہوں نے خیال کر لیا

کہ ہم بہت ہیں۔ اس لیے ہمارے لیے کیا خوف، مگر وہ یاد رکھیں کہ مسلمان ان سے بہت زیادہ تھے جب خوف ان کو نہ رہا۔ تو ان کا اتحاد مٹ گیا۔ صحابہ میں بھی لڑائیاں ہوتی تھیں۔ مگر ان کو خوف تھا۔ اس لیے باوجود سخت لڑائیوں کے ان میں اتحاد رہا۔ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو لڑتے دیکھ کر قیصر نے چاہا کہ ان کا خاتمہ کر دے۔ ایک پادری نے ایک مثال دیکر اس کو اس خیال سے باز رکھا۔ اس نے کہا کہ دو کُتّے لو اور ان کو بھُوکے رکھو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور پھر انکے آگے گوشت ڈالا۔ اور وہ لڑنے لگے، لیکن پھر ایک شیر لایا گیا۔ تو وہ اپنی لڑائی بھُول گئے۔ اس نے کہا کہ مسلمانوں کی مثال "کتوں" کی سی ہے۔ آپس میں لڑتے ہیں، لیکن جب غیر حملہ آور ہوگا تو مل جائیں گے، یہ مثال گو گندی ہے، لیکن بات سچی ہے کہ خوف کے وقت اختلاف مٹ جاتا ہے اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ خوف کے وقت کتے تک متحد ہو جاتے ہیں۔ قیصر نے پادری کی بات نہ مانی۔ امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ قیصر کو معلوم ہو، کہ وہ ہماری لڑائی پر نہ جاتے۔ اگر اس نے علیؓ پر حملہ کیا۔ تو علیؓ کی طرف سے پہلا جرنیل جو اسکے مقابلہ میں ہوگا وہ معاویہ ہوگا[1] یہ لوگ مسلمان تھے اس لیے ان باتوں کو جانتے تھے۔ پس خواہ کوئی کتنا ہی ترقی پاتے وہ خوف سے مُبرا نہیں ہو سکتا۔ کامل محفوظ ذات صرف خدا کی ہے جس کے لیے کوئی اور کبھی خوف نہیں، لیکن انسان کے لیے خوف ہے، پس کبھی نہ سمجھو کہ تم کامل امن میں ہو تم میں اتحاد رہے گا۔ کیا معلوم ہے کہ تم امن سمجھ کر لڑنے لگو۔ اور کل یہ خوف مٹ جاتے۔ باقی آئندہ انشاء اللہ بیان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ؛

(الفضل ۱۰ ار جون ۱۹۲۰ء)

---

[1] مجمع بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۶